اسلامی معاشیات

از جناب مولوی عبدالرحمن خانصاحب صدر حیدرآباد کیڈمی حیدرآباد دکن

کوئی مہذب حکومت معاشی یا اقتصادی اصول پر عمل پیرا ہوئے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ ہر متمدن حکومت اپنے زمانہ کے معاشی مسائل دانستہ یا نادانستہ فطرۃً آپ خود حل کرنے پر مجبور ہوتی رہی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں یہ مسائل چنداں پیچیدہ نہ تھے اس لئے ان کے حل کرنے میں دقت بھی نہیں ہوتی تھی۔ جو مسائل پیچیدہ اور اس زمانہ کے مفکرین کی فہم سے بالاتر تھے وہ حل نہیں ہوتے تھے اور اس وجہ سے حکومت کو نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔

اصولِ معاشیات کی تحقیق اٹھارویں صدی میں شروع ہوئی جبکہ لوئی پانزدہم (Louis XV) بادشاہ فرانس کے طبیب کے نے (Quesnay) نے فزیوکریٹس (فطر آئینوں) کی قیادت کی اور لوئی شانزدہم (Louis XVI) کے وزیر ٹرگو (Turgot) نے ان کے اصول کو واضح کرکے بتایا۔ ان ہی کو پیشِ نظر رکھکر لیکن وسیع تر اخلاق کے ساتھ ایڈم اسمتھ اسکاٹ لینڈ کے پروفیسر نے ۱۷۷۶ء میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب ویلت آف نیشنز (Wealth of Nations) شائع کی اور علم معاشیات کے موجد کا رتبہ حاصل کیا۔

آج کی تقریر میں ہم معاشیات کے مفہوم کو کسی قدر محدود رکھکر بتائیں گے کہ سربرآوردہ اسلامی ممالک میں خصوصاً ان کے زمانۂ عروج میں سرکاری مالگزاری کیا تھی اس کے ذرائع کیا تھے۔ ملک کی

نوٹ ۔ یہ تقریر بتاریخ ۶ رجون ۱۹۴۳ء حیدرآباد دکن کی نشرگاہ سے شائع ہوئی۔

پیداوار کیا تھی۔ زراعت، صنعت اور معدنیات کس حالت میں تھے۔ تجارت کہاں تک ترقی کرگئی تھی، اشیاء درآمد و برآمد کیا تھے۔ کون سے سکے رائج تھے۔ حمل و نقل کے وسائل اور عوام الناس کے ذرائع معاش کیا تھے دوسری قوموں اور حکومتوں کے ساتھ کاروبار کیسا ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ

یوں تو آغازِ سنہ ہجری سے اسلامی حکومت کی بنا رشمار ہو سکتی ہے اور اس وقت سے اب تک الحمدللہ متعدد اسلامی حکومتیں روئے زمین کے وسیع رقبوں پر مختلف مدارجِ اقتدار کے ساتھ قائم ہیں لیکن مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو خلافتِ راشدہ کے مختصر معاشی حالات اور بغداد و قرطبہ کے زمانۂ عروج کی معاشی تنظیم ہی تک محدود رہے۔ طبری، ابن الاثیر، ابوالفداء وغیرہ کی عام تاریخوں میں یہ تمام معلومات مستور رہی۔ مسلم اسپین سے متعلق المقری کی نفح الطیب سب سے بڑا ذریعۂ معلومات ہے۔

اسلامی معاشیات کا اولین محقق عبدالرحمٰن ابن خلدون ہے جس کے آباء و اجداد قبیلۂ کندہ کی نسل کے ہسپانی عرب تھے۔ اس کی پیدائش ۱۳۳۲ء میں بمقام تونس ہوئی۔ وہ فانس میں چند سال بڑی خدمتوں پر مامور رہا۔ بعد کو ۱۳۶۱ء میں سلطنت غرناطہ میں ملازمت اختیار کی۔ بالآخر مملوک سلطان الظاہر برقوق کے حکم سے قاہرہ کا قاضی مقرر ہوا۔ تیمور لنگ سے بھی ملاقات کی اور اپنے وسیع تجربوں کو کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر فی ایام العرب والعجم والبربر اور علی الخصوص اس کے مقدمہ کی تیاری پر صرف ایک ایسی تصنیف شائع کی جو عمرانیات پر دنیا میں سب سے پہلی کتاب اور بلا خوف تردید دنیا کی سب سے معتبر اور قابل قدر تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں ابتداءً جو ممالک صلح یا جنگ کے ذریعہ حکومتِ اسلامی میں شامل ہوئے ان کے محاصل بیزنطینی (Byzaniline.) یا ایرانی طریقہ پر بلحاظ نوعیتِ زمین بطریق مروجہ سابقہ وصول کئے جاتے تھے۔ جزیہ کی رقم ان غیر مسلم لوگوں سے وصول کی جاتی تھی جو اپنے ابتدائی مذہب پر قائم رہ کر اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر لیتے تھے۔ جزیہ فی کس وقتِ واحد میں سالانہ وصول

کیا جاتا تھا۔ خوش حال لوگوں سے بقدر چار دینار متوسطین سے دو دینار اور جز معاش اشخاص سے ایک دینار۔ اس زمانہ میں ایک دینار تقریباً دس شلنگ کے مساوی تھا۔ مختلف حالات اور اوقات میں دینار کی قیمت ضرور گھٹتی بڑھتی تھی مگر بہت کم۔ عورتیں بچے فقرا اور مذہبی پیشہ لوگ جزیہ سے مستثنیٰ تھے الا اس صورت میں جبکہ ان کی خود ذاتی کوئی آمدنی ہوتی تھی۔

خراج کی رقم صرف زمینات سے متعلق تھی اور سب کو ادا کرنی پڑتی تھی۔ ان تمام محاصل کی رقم اجتماعی حیثیت سے مسلمانوں کی ملک تصور کی جاتی تھی اور بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ انتظامِ مملکت اور جنگ وغیرہ کے اخراجات مہیا کرنے کے بعد جو بچ رہتا تھا مسلمانوں میں حسبِ مراتب معینہ بانٹ دیا جاتا تھا جس کے لئے مردم شماری کی جاکر رجسٹرات تیار کئے جاتے تھے۔ ان کے لئے ایرانی لفظ دیوان تجویز ہوا تھا۔ ہر فرد بشر عورتیں مرد اور بچے اس رقمی امداد سے مستفید ہوتے تھے۔ ابتدائی دور میں سپاہی کی اقل یافت سالانہ ۵ یا ۶ سو درہم تھی۔

بحوالہ بلاذری سب سے پہلے عدالتی مقدمات کے فیصلہ کیلئے (سرزمینِ عرب کے باہر) دمشق میں ایک قاضی مقرر تھا اور حمص اور قنسرین کے لئے ایک دوسرا قاضی تھا۔ خلیفہ اول بوجہ خوشحالی خدمتِ خلافت کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ خلیفہ ثانی نے شروع شروع ایسا ہی کیا لیکن جب بعد کو خلافت کا کام بہت بڑھ گیا اور وہ اپنے تجارتی کاروبار بذاتِ خود انجام دینے سے قاصر رہے تو بیت المال سے ایک نہایت قلیل رقم بطور وجہ کفاف لینے لگے۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ فرض تھی جو خالص آمدنی پر ڈھائی فی صد ادا کی جاتی تھی اس کا مصرف حسب قواعد مقررہ حکومت کے سپرد تھا۔

ابتداءً رومی اور ایرانی سکے ہی مروج تھے اگرچہ کبھی کبھی ان سکوں پر عربی عبارت ثبت کی جاتی تھی۔ عہد بنی امیہ میں عبدالملک بن مروان نے سب سے پہلے ۶۹۵ء میں بمقام دمشق اپنے

نام کا طلائی دینار اور نقرئی درہم مسکوک کیا بعد کو تانبے کے پیسے بھی رائج ہونے لگے۔ اس کے علاوہ عبدالملک نے محکمہ برید یا ڈاک بھی قائم کیا۔

عہد بنی عباس میں بغداد تمام دنیا کے شہروں پر سبقت لے گیا۔ شاید قسطنطنیہ ہی اس کا ہم پلہ تھا۔ حکومت بہت مالدار ہوگئی۔ وزیر، حاجب اور دیگر مالی و فوجی عہدہ دار مامور ہونے لگے جس کے لئے بڑی بڑی تنخواہیں مقرر تھیں۔ خاندان برامکہ کی دولت سے کون شخص واقف نہیں ؟۔ زراعت، صنعت و تجارت کی ترقی کے ساتھ تاجر اور اہل حرفہ بھی بہت متمول ہوگئے۔ شاہی اور دیگر طبیبوں کی دولت بھی مشہور ہے۔

فرات اور دجلہ کی قدیم نہروں کو صاف کرنے اور چند نئی نہروں کے تیار کرنے سے عراق کی سرزمین زرخیزی میں مصر کا ہم پلہ بن گئی۔ بغداد (اور دوسرے بندرگاہوں میں مثلاً بصرہ، سیراف، اسکندریہ وقاہرہ) کی گودیوں میں سینکڑوں جہاز اور کشتیاں بیرونی ممالک کے سامان تجارت سے لدے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اس کے بازاروں میں چین کا ریشم، مشک اور چینی برتن، ہندوستان اور ملایا کے جوز، جوتری، الائچی، دارچینی وغیرہ مختلف معدنیات اور اقسام کے رنگ، وسطی ایشیا کے لال یاقوت اور کپڑے، روس اور اسلینڈ نیویا کا شہد، موم اور پوستین، افریقہ کا سونا اور ہاتھی دانت کثیر مقدار میں جمع ہوتا اور بکتا تھا خود سلطنت کے صوبہ جات سے قیمتی سامانوں سے لدے ہوئے جہاز اور کارواں مسلسل چلے آتے تھے مصر سے اناج، شام سے شیشہ اور فلزی اشیا اور میوہ جات، عرب سے موتی اور ہتھیار، ایران سے خوشبوئیں اور ترکاریاں وغیرہ وغیرہ

عرب تجار جو سامان باہر فروخت کے لئے یورپ، مشرق بعید اور افریقہ کو لے جاتے تھے ان میں ملکی صنعتیں بکثرت ہوا کرتی تھیں۔ مثلاً زیورات، فولادی آئینے، شیشے کے منکے، سوت اور اون کے کپڑے، دیباج، تافتہ، گاج، پردے اور جھالریں، ایرانی قالین اور پکوان اور رہائش کا ساز و سامان وغیرہ۔

وسقی، دمیاطی، تنیسی، عتابی، صفہ اور کوفیہ جیسے الفاظ اب بھی ان پرانی صنعتوں کی یادگار ہیں۔ المقدسی نے ماوراء النہر کے شہروں کی تجارت اور صنعتوں کی تفصیل لکھی ہے، یہاں صابون، تانبے کے چراغ، نمدے اور پوستین کے عبا، عنبر، فولادی سوئیاں، قینچی، چاقو، تلوار وغیرہ بنتے تھے اور باہر فروخت کے لئے بھیجے جاتے تھے، شام کے شیشوں ہی کو دیکھکر صلیبی جنگجوؤں نے ان کا رواج یورپ میں پھیلایا اور اسی ذریعہ سے قرونِ وسطیٰ کے مشہور یورپی گرجاؤں میں رنگین اور با تصاویر شیشے کے بڑے بڑے دریچے بنائے جانے لگے۔

اگرچہ کاغذ سب سے پہلے چین میں تیار ہوا لیکن عربوں ہی نے اس کی صنعت کو عالمگیر شہرت دی ۷۰۴ء میں سمرقند فتح کرنے کے بعد عربوں نے اس کی صنعت سیکھی۔ آٹھویں صدی کے ختم تک بغداد میں اس کے کارخانے قائم ہوگئے۔ نویں صدی میں کاغذ مصر میں بننے لگا۔ ۱۱۰۰ء میں مراکش میں اور ۱۱۵۰ء میں اسپین میں۔ شاطبہ کی کاغذ سازی کی صنعت قرون وسطیٰ میں عالمگیر شہرت رکھتی تھی اور مہذب یورپ نے وہیں سے یہ صنعت سیکھی۔

معدنیات میں بحوالہ فخری، ابن الفقیہ المقدسی، ثعالبی، اصطخری، یاقوت وابن حوقل وغیرہ سونا، چاندی سنگ مرمر اور پارا خراساں سے فراہم کیا جاتا تھا۔ یاقوت اور لاجورد ماوراء النہر سے سیسہ اور چاندی کرمان سے، موتی بحرین سے، فیروزہ نیشاپور سے، عقیق وغیرہ یمن اور لبنان سے چینی مٹی تبریز سے۔ سرمہ اصفہان سے اسطوس ماوراء النہر سے، سلاجیت اور نفط جارجیہ سے۔ گندھک شام اور فلسطین سے یہ تمام چیزیں خام حالت میں بغداد اور دوسرے اسلامی شہروں میں لائی جاتی تھیں اور مختلف صنعتوں میں استعمال ہوتی تھیں۔

حمل ونقل کی سہولت کے لئے بڑے بڑے شاہراہ تیار تھے۔ نہروں سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ ابن خرداذبہ (تاریخ وفات قریب ۹۱۲ء) المعتمد کے زمانہ میں الجبال کا صاحب البرید تھا۔ اس کی کتاب المالک والممالک سے پتہ چلتا ہے کہ خراساں کی شاہراہ بغداد کو ہمدان، الرے، نیشاپور، طوس، مرو، بخارا سمرقند اور چین کی سرحد سے ملاتی تھی۔ ایک دوسرا راستہ بغداد کو واسط، خوزستان، بصرہ اور الاہواز سے ملاتا تھا اور پھر شیراز سے۔ حج کے راستے بھی بڑے کشادہ اور کاروان سراؤں سے معمور تھے۔ ایک اور راستہ

بغداد کو الموصل، دیار بکر اور اس کے قریب کی سرحد سے مربوط کرتا تھا۔ شمال مغرب میں ایک راستہ بغداد سے دمشق اور دوسرے شہروں کو الانبار اور السرقہ ہو کر جاتا تھا۔

الخطیب کی تاریخ کا ایک جزو بغداد کے پلوں سے متعلق ہے اور ایک دوسرا اس کی نہروں سے عراق کی نہروں میں نہر عیسیٰ (منصور کے ایک رشتہ دار کی صاف کی ہوئی) دجلہ کو (بغداد کے پاس) فرات سے (الانبار کے پاس) ملاتی تھی۔ نہر صراۃ، نہر صرصر، نہر الملک، نہر کوثہ، دجیل وغیرہ بھی مشہور اور بڑی مفید نہریں تھیں۔ اسی لئے اسلامی ممالک میں باغات بہت تھے اور اناج اور میوہ بکثرت ہوتا تھا۔ اسی طرح بخارا کے اطراف کی زمین بزمانہ سامانی خاندان سمرقند و بخارا کے مابین وادی صغد اور فارس میں شعیب بوّان بڑے زرخیز خطے تھے۔ دمشق کے باغات، غوطے، کھجور، انجیر، انگور، بادام، لیموں وغیرہ کے لئے مشہور تھے۔ نیشکر کی کاشت فارس اور الاہواز میں ہوتی تھی اور وہاں شکر بنائی اور صاف بھی کی جاتی تھی۔ گلاب کا عرق اور عطر فیروز آباد سے چین کو جاتا تھا۔ فارس کے خراج میں عرقِ گلاب کی سالانہ تیس ہزار بوتلیں شامل تھیں۔ بغداد کے سرکاری دفاتر میں دیوان الخراج جو ملک کا سررشتہ مال اور فیناس تھا۔ سب سے زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک محکمہ تنقیح دیوان الزمام کے نام سے اور محکمہ مراسلت دیوان التوقیع کے نام سے قائم تھا۔ ایک اور محکمہ موسوم بہ دیوان النظر فی المظالم بھی بغرض دادرسی بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ جس میں عموماً بادشاہ خود فریادیں سنتا اور فیصلے نافذ کرتا تھا۔ روجر ثانی نے اپنی حکومت صقلیہ میں اس کی تقلید کی اور اس ذریعہ سے اس کا رواج یورپ کے دوسرے عیسائی درباروں میں بھی ہونے لگا۔

محتسب بازار کے نرخوں، اوزان اور پیمانوں کی جانچ کرتا تھا اور عوام کے اخلاق پر بھی نظر رکھتا تھا۔

ابن خلدون نے مامون الرشید کے زمانہ کی مالگزاری کا حساب قلمبند کیا ہے جو مختلف صوبہ جات سے وصول ہوتی تھی۔ اس طرح سلطنت کی مجموعی آمدنی جو صرف زمینات کے محصول پر مشتمل تھی تقریباً تین کروڑ دینار سالانہ تھی۔ جب ہارون الرشید کا انتقال ہوا تو خزانہ شاہی میں نو کروڑ دینار جمع تھے۔ اس کے بعد المکتفی کی دولت گھٹ کر ایک کروڑ دینار رہ گئی۔ المامون کے عہد میں بحوالہ سیوطی قاہرہ کا حاکمِ عدالت چار سو دینار ماہانہ مشاہرہ پاتا تھا۔ منصور کے عہد میں پیدل سپاہی کی اوسط تنخواہ (علاوہ خوراک

اور متفرق الونسوں کے) ۹۶۰ درہم سالانہ تھی۔ عروج کے زمانہ میں عراق کی فوج ایک لاکھ پچیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ المعتضد کے وزیر کی تنخواہ بحوالہ الماوردی ایک ہزار دینار ماہانہ مقرر تھی۔

اب اسپین میں اسلامی تمدن کے زریں دور اور اس وقت کے معاشی حالات کا مختصر ذکر سنئے حکومت قرطبہ کی دولت اور صنعتیں حکومتِ بغداد سے بھی زیادہ حیرت انگیز تھیں۔ بغداد ایک طرح سے قدیم اکادی خالدی بابلی اور ساسانی تمدنوں کا جانشین سمجھا جا سکتا ہے۔ اسپین روما کی تہذیب سے کچھ زیادہ مستفید نہ ہوا تھا کہ قوطیوں (Goths.) نے اس کو تباہ و تاراج کر دیا۔ عرب مسلمانوں ہی کی بدولت اس کو متمدن دنیا میں سرفرازی نصیب ہوئی۔

عبدالرحمٰن ثالث نے ۹۱۲ء سے ۹۶۱ء تک اور اس کے بعد الحکم ثانی نے پندرہ سال حکومت کی۔ بعد کو حاجب المنصور کی آمریت ۱۰۰۲ء تک قائم رہی۔ علم و ہنر صنعت و حرفت زراعت فلاحت و تجارت کو جو ترقی ان دو بادشاہوں کے عہدِ حکومت میں ہوئی وہ پھر کبھی نصیب نہ ہوئی۔ بحوالہ ابن العذاری عبدالرحمٰن سوم کا شاہی محاصل باسٹھ لاکھ پینتالیس ہزار دینار سالانہ تھا۔ اس کا ایک ثلث حصہ فوج پر خرچ ہوتا تھا۔ دوسرا ثلث تعمیرات و رفاہ عامہ پر اور بقیہ مد محفوظ میں جمع ہوتا تھا۔ قرطبہ کی آبادی اس وقت دس لاکھ تھی جبکہ اسپین کے باہر یورپ کے کسی شہر میں تیس ہزار سے زیادہ آدمی نہیں تھے۔ قرطبہ کے مکانوں کی تعداد دو لاکھ پچاس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس میں کوئی تیرہ ہزار جلاہے کپڑا بنتے تھے۔ ایک چرم سازی اور دباغت کا شاندار کارخانہ تھا۔ اسپین اور اس کا ملحقہ ملک مراکش اس صنعت کے لئے سارے یورپ میں مشہور تھے۔ انگریزی الفاظ مراکو لیدر کورڈووں (Cordovan) اور فرانسیسی کورڈوئیے (Cordonnie) اب بھی اس کے شاہد ہیں۔ لکڑی کا کام اور ریشم کے لئے قرطبہ، ملاغہ اور المریا اپنی آپ نظیر تھے۔ المریا شیشہ اور پیتل کے سامان کے لئے بھی مشہور تھا۔ بلنسیہ میں مٹی کے بہترین برتن تیار ہوتے تھے۔ عربوں نے اسپین میں لوہے سیسے اور پارے کے متعدد معدن دریافت کئے اور مدتوں ان سے استفادہ کیا۔ اس زمانہ کے معدنیات کا خطہ اب بھی المعادن کے نام سے مشہور ہے۔ طلیطلہ کی تلواریں دمشق کی طرح تمام دنیا میں عزت کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں۔

فلاحت اور باغبانی کے لئے بڑی بڑی نہریں کھودی گئی تھیں اور اسی وجہ سے اسپین کی شادابی کئی صدیوں تک زبان زد خاص وعام رہی ہے۔ نیشکر روئی چاول اور میوہ میں نارنگی، انار انجیر انگور اور پھر کھجور وغیرہ گرم ملکوں سے لاکر کاشت کئے جانے لگے۔ اسپین کے تجار بحر قلزم کے سواحل سے شمالی یورپ کے کنارے تک جہازرانی کرتے تھے۔ انگریزی الفاظ اڈمیرل (امیرالبحر) آرسنل (دارالصنعہ) ایوریج (عواریہ) کیبل (جبل) شیلپ یا سلوپ (جلبہ) اسی بحری جدوجہد کی زندہ دلیل ہے۔

سارے ملک میں تعلیم عام تھی۔ تقریباً ہر بڑی مسجد کے ساتھ ایک جامع منسوب تھی جس کے اخراجات وقف کے روپیہ سے ادا ہوتے تھے اور جہاں روئے زمین کے مسلمان اور یورپ کے عیسائی بلاامتیاز قوم وملت تعلیم پاتے تھے۔ ان جامعات کے علماء تمام دنیا میں مشہور تھے۔ یورپ ان ہی کی بدولت قرون وسطیٰ کی تاریکی سے نکل کر بعد کو چمکا۔ ڈوزی جیسا متعصب عیسائی کہتا ہے کہ اس زمانہ کا ہر فرد بشر نوشت وخواند سے واقف تھا۔ لسانیات کا یہ عالم تھا کہ کپڑے دھونے والی گاؤں کی لڑکی بھی برجستہ شعر کہتی تھی۔ ہر گھر موسیقی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

زوال قرطبہ کے بعد نصری خاندان نے کچھ مدت غرناطہ کو علم کا مرکز بنایا۔ ۱۴۹۲ء میں جب اس کا بھی چراغ بجھ گیا تو عیسائی اسپین اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے باوجود امریکہ کی لوٹ کے تھوڑے ہی دنوں میں اپنی سابقہ جہالت اور افلاس میں مبتلا ہوگیا۔